Vol.5 No.2 2022

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

زبان میر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ

RESEARCH BASED CRTICAL ANALYSIS" ZUBAAN E MEER"

☆محمد عمران

☆☆ڈاکٹر سید تنویر حسین

☆☆☆ڈاکٹر عطاالرحمن میو

ABSTRACT:

Urdu is a representative language of India's hostory and civilisation. Meer Taqi Mir is considered one of the greatest poets of Urdu. Apart from other poetic features of his poetry, his diction and style prove his sublime work. He utilised many words and phrases of Sansikrit, Arabic, Persian and scores of other Indian languages after refining them linguistically. His poetry does not lose its Urdu color inspite of using Persian and Arabic usages. He artistically moulds them into an Urdu poetic tone after altering their sound, form or meanings. Letters and words, nouns and verbs, phrases, similes and metaphors are deeply inspired by the standards of Urdu spoken in Dehli and Rekhta. He is a scholar of diction usage, teacher of linguistic changes and an artist of skillful use of poetic art. Thanks to artistic and thematic features of Mir's verses by which Urdu poetry stands equal to poetry created in other world. The critical research on Mir's use of language exhibit that he is a legendary poet of Ganga-Jamna civilisation. He took birth from Indian soil and gave birth to such a great poetry of Indian language and style that has the power to become an eternal work.

***Key words**: Meer Taqi meer, Urdu Poetry, Representative of Hindustani History and civilization, Poetic Style, Diction, Linguistical artist, Rekhta, Linguistic changes, Lengendary poet of Ganga jamna civilization, Indian soil, Indian non Indiann Languages, Eternal poetrty.*

کلیدی الفاظ:

میر تقی میر، ہندوستانی تہذیب و تاریخ، نمائندہ شاعر، زبانِ میر، اسالیب میر، لسانی کتریبونت، لفظی تغیر و تبدل، افعالِ میر، اسمیاتی نظام، اندازِ میر،

شاعرانہ صناعی، دہلوی لب ولہجہ، ریختہ، گنگا جمی تہذیب، ہندوستانی زبان کے خدائے سخن۔

لسانی شعور کی بازیافت ارتقائے حیات میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ زبان کی سب سے کامل اور احسن شکل تحریر و تقریر کی ادبی صورت ہے۔ اُردو زبان اپنے جملہ محاسن کے ضمن میں دنیا کی بڑی زبانوں میں سے نمایاں حیثیت کی حامل زبان ہے اور میر تقی میر زبان اردو کے تنقیدی، نثری خصوصاً شعری ادب میں سند و کمال کے درجے پر فائز ہیں۔ میر تقی میرؔ کی دیگر ادبی خصوصیات سے ہٹ کر ان کی شاعری خصوصاً غزل نے اردو شاعری کو بین الاقوامی ادب کے مقابلے میں لا کھڑا کیا ہے۔ ان کا فنِ شاعری موضوعاتی تنوع اور جلال و جمال کے ساتھ ساتھ زبان کی نیرنگیوں سے بھی اُبھر کر سامنے آتا ہے۔ میر تقی میرؔ کی زبان اردو کی قدیم و جدید شعری روایت سے قطعاً مختلف ایسے شاعر کی زبان کے طور پر نظر آتی ہے جو تہذیب و تاریخ، ثقافت و معاشرت، عوامیت و خواصیت سمیت فارسی، عربی، سنسکرت و قدیم و جدید کی سینکڑوں ہندی و غیر ہندی زبانوں، بولیوں اور عوام کے لب ولہجہ کے ساتھ ساتھ دلّی کا لسانی عکس اپنے اندر محفوظ رکھتی ہے۔ ایک ایسے شاعر کی زبان ہے جو نہ تو محض مذہبی تناظر میں عربیت کا لبادہ اوڑھے ہے اور نہ ہی تاریخی اثرات کے حوالے سے فارسیت زدہ ہے۔ اس پر خوبی یہ کہ محض مقامیت کو بھی ملحوظ خاطر نہیں رکھتی بل کہ تہذیب و تاریخ سے اپنا ناطہ جوڑے ہوئے ہے۔ میرؔ نے اپنے شعر کی لسانی بنیادیں ہندوستان کی مٹی سے ترتیب دیں اور گنگا جمنی تہذیب سمیت ہندوستانی عناصر زبان سے اسے ایسی بہترین شکل دی کہ یہ زبان اور اس میں لکھا جانے والا شعر ہندوستان کا نمائندہ شعر کہلایا۔ میرؔ کی زبان شعر نے ہندی عناصر اور تہذیب سے بنیادیں اٹھائیں یہی وجہ ہے کہ عوام ہوں یا خاص، لہجہ ہو یا اسلوب ہر ایک انفرادی و اجتماعی طور پر شعر میرؔ سے محظوظ ہوتا نظر آتا ہے۔ میرؔ کی زبان میں ہندوستانیت یا ہندی عناصر کے حوالے سے ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی رقم طراز ہیں:

"میر تقی میرؔ نے اردو کے ابتدائی رجحانات کو فراموش نہیں کیا کہ اردو ہندوستان کی زبان ہے اور اس کی جڑیں ہماری تہذیب اور جذباتی زندگی کی گہرائیوں میں پیوست ہیں یہی وجہ ہے کہ میرؔ کے کلام میں بھارتیا یا ہندوستانی عناصر خصوصیت کے ساتھ ملتے ہیں" (1)

Vol.5 No.2 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

ہندوستانی زبانوں میں میرؔ نے جس زبان کے لب و لہجے اور الفاظ کو اولاً برتا ہے وہ "پنجابی" ہے ایسی زبان جس نے بابا فریدؒ سے امیر خسرو اور میر تقی میرؔ کے کلام کو اپنی مٹھاس اور غنائیت کے طفیل تاثیر بخشی۔ میرؔ کے کلیات میں ایسے الفاظ و تراکیب، مصادر و مباحث کو تلاشنا مشکل نہیں جو یہ ثابت کرتے ہیں کہ میرؔ نے پنجاب کی زبان سے اپنے شعر کو سرفراز کیا۔ کریے، ہیگا، چنگا، ہائے، جائے، کھاوے، گاوے، لکھا، رکھا، تناں، منڈا، لگاوے، منڈ کری، سمیت درجنوں پنجابی الفاظ اپنی لسانی، صوتی اور معنیاتی وحدتوں کے ساتھ زبان میرؔ میں شاعرانہ ڈھب سے پروئے گئے ہیں۔ ہیگا، ہنگی، منھ، جھائیوں، چھائیوں، جاوے، نک آوے، ڈباؤ، جھڑ، ہتھیا جیسے الفاظ اس بات پر دال ہیں کہ میرؔ نے اس زبان سے استفادہ کیا ہے۔ میرؔ لکھتے ہیں:

آنکھوں کا جھڑ برسنے سے ہتھیا کے کم نہیں

پل مارتے ہی پیش نظر ہاتھی کا ڈباؤ(2)

مری آہ سحر کی برچھیاں سختی کی تڑپوں پر

نگاہیں کر کے گر پڑتی ہیں بجلی کی بھی اچھلیاں(3)

درج بالا اشعار کے علاوہ بھی کلام میرؔ میں سدھ لینا، منڈ کری مارنا، مواجہہ کرنا، چھاجے بھرنا، کبھو، کسو، چلیاں، ہلیاں، دھجیاں، ہتھ ہلیاں ، ڈلیاں، ملیاں، منہ کھولتیں، تڑپوں، اچھلیاں، اچھلنا، بھلیاں وغیرہ ایسے مندرجات کے طور پر شامل ملتے ہیں جو ان کے لہجے کی عوامیت و خاصیت کا جواز بنتے ہیں۔ میرؔ کی فن کاری کہ ان الفاظ کو بھی اجنبیت و غیر اجنبیت سے بالا کر کے قافیوں کے التزام کی صورت ان سے موسیقیت و شعریت کا سامان کرتے ہیں، اس پر مزید برجستگی حسنِ دیگر کی صورت پیدا کرتی ہے۔

پنجابی کے ساتھ ساتھ نواح دلی کی زبانوں کے ٹکڑے بھی زبان میر میں مدغم ملتے ہیں۔ پلیتھن، گلی، گھور کیا تیئں، چھاتی کوٹنا، ایدھر، کیدھر جیسے الفاظ ان کی شاعری کا رزق ہو کر ان کی زبان کو کسی مخصوص شہر یا فضا کی زبان ہونے سے الگ کرتے ہیں۔ اسی ضمن میں دکنی اور دلّی کی کھڑی بولی کے الفاظ ایسے مباحث ہیں کہ میرؔ کی زبان کو ہندوستان کی تمام جغرافیائی وحدتوں کی نمائندہ زبان ثابت کرتے ہیں۔ بووے گا، کھاوے گا، بلبل کنے مادوش اوپر، دیکھاہوں، لکھیاں، لکھیاہوں وغیرہ ایسے الفاظ ہیں جو کھڑی بولی کے زیر اثر ہیں۔ یہ مباحث ایسے عصری رویوں کو ظاہر کرتے ہیں جو میرؔ اور ان سے پہلے ماضی قریب کے عہد کے نمائندہ تھے۔ کھڑی بولی و دیگر شمالی ہند کی زبانوں اور میرؔ کی زبان کے میلان کے حوالے سے ڈاکٹر گوپی چند نارنگ لکھتے ہیں:

"میر کی زبان کی شیرازہ بندی ہوئی دلی میں، اور پل کر جوان ہوئی گھڑ گھڑا کر اطراف دلی میں، کھڑی بولی کے سائے میں۔ میرؔ کے یہاں ان زبانوں خصوصاً کھڑی بولی کے اثرات موجود ہیں اور ایسی لسانی خصوصیات جو سترھویں، اٹھارہویں صدی کی کھڑی بولی سے آج تک عوامی زبان میں چلی آرہی ہیں۔" (4)

ہندی زبانوں سے آگے غیر ہندی زبانوں کے حوالے سے نقد و نظر کے زاویے ہماری یوں راہنمائی کرتے ہیں کہ اردو کی شعری زبان میں غیر ہندی زبانوں کے علاوہ جس زبان کو خصوصیت حاصل ہے وہ عربی زبان ہے، عربی حروف والفاظ، تراکیب، موضوعات اور قواعدی اعتبار سے عربیت اردو شاعری کے ساتھ ساتھ زبانِ میرؔ میں بھی ملتی ہے۔ اردو شاعری پر فارسی کا اثر زیادہ ہے جس کے وجہ یہ ہے کہ عربی اصطلاحات، تراکیب اور اسلوب کا خاصہ یہ ہے کہ وہ شعر کی سطح پر انفرادیت کا حامل ہے اور سوداؔ و غالبؔ سمیت تمام شعراء ان مباحث کو بجا طور شاعری میں نہ برت سکے مگر زبانِ میرؔ میں کچھ اور صورت نظر آتی ہے ان کی شاعری کے مطالعے صرفی و نحوی حوالے سے اس امر کی دلیل فراہم کرتے ہیں کہ میر تقی میرؔ نہ صرف عربی زبان و ادب کے شناور تھے بل کہ عربی الفاظ و تراکیب کو شعر میں استعمال کرنا بھی جانتے تھے۔ ان کے ہاں عربی کی استعمالی صورتیں متنوع حیثیت رکھتی ہیں کہ وہ عربی الفاظ اور ترکیب کو بل کہ بعد ازاں جملوں کو بھی لغوی مفاہیم کے ساتھ شعر میں استعمال کرتے ہیں۔ دوسری صورت میں میرؔ ان الفاظ کو نئے مفاہیم یا صوتی و معنوی سطح پر نئی وحدت عطا کر دیتے ہیں اس صورت میں لفظ نئے معنی پا کر نئی صورت کو متعارف کرواتا ہے اور سب سے کامل اور خوب صورت درجہ یہ ہے کہ وہ عربی کی مانوس و نہ مانوس تراکیب کو بھی ہندوستانی مزاج سے آشکارنے کے بعد صرفی و صوتی آہنگ کے حوالے سے جدت عطا کر دیتے ہیں۔ اس تناظر میں ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ پابند و آزاد الفاظ و تراکیب کی ترسیل کا ہنر صرف زبان میر تقی میر کا ہی خاصہ ہے۔ ایسے الفاظ و تراکیب میں تعدی، تجرید، کسفایت، صدا، متصل، غائر، عسر العبور، قشعریرہ، الٰہی، اللہ، موتیٰ، ترسل، القاص، حور بعد الکور، جیسی تراکیب ہیں۔ ایسی درجنوں تراکیب اپنی لغوی و اصطلاحی وحدتوں کے علاوہ ہندی صورتوں میں بھی شعر میرؔ کا حصہ ہیں مثلاً:

شیخ ہو دشمن زنِ رقاص

کیوں نہ القاص لایحب القاص(5)

کیوں کر تو میری آنکھ سے ہو دل تلک گیا

Vol.5 No.2 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

یہ بحر موج خیز کو عسر العبور تھا(6)

یہ اور ایسے سینکڑوں مصرعے کلام میرؔ میں موجود رہ کر زبان میرؔ میں عربی زبان کے اثرات کے گواہ ہیں، دوسرا یہ کہ شاعرانہ سطح پر میرؔ کا یہ کارنامہ ہے کہ انھوں نے نامانوس اور اجنبی الفاظ وتراکیب کو بھی اپنی زبان کا حصہ کیا ہے۔ اس پر مزید یہ کہ ان عربی الاصل الفاظ کی تراش خراش اور مصرعے میں پابند کرنے کی صورت اس فن کارانہ انداز میں کی گئی ہے کہ ان کا اجنبی یا دقیق پن کہیں زائل ہو کر رہ جاتا ہے۔ میرؔ کی زبان میں عربی کے الفاظ کی تشکیل وترتیب اور صورت شعر میں ان کی حیثیت وصورت کے حوالے سے شمس الرحمان فاروقی کی رائے نقل کرتے ہیں:

"انھوں نے عربی کے غریب الاستعمال الفاظ اور تراکیب جو غزل میں شاذ ہی دکھائی دیتے ہیں وہ بھی خوب استعمال کیے۔ عربی الفاظ وتراکیب کے استعمال کا یہ فن غالب سمیت مومن واقبال بھی ٹھیک سے نہ برت سکے یا میرؔ سے کم رہے۔ میرؔ کا یہ عالم ہے کہ ان کی کم غزلیں ایسی ہوں گی جن میں ایک نادر لفظ، جملہ یا اصطلاح عربی کی استعمال نہ ہوئی ہو اور روانی اس قدر ہے کہ کوئی لفظ یا فقرہ بے جگہ معلوم نہیں ہوتا۔ ان کے یہاں عربی اس طرح کھپ گئی ہے کہ اکثر لوگوں کو احساس بھی نہیں ہوتا۔"(7)

شاعری کی سطح پر غیر زبان کے الفاظ کو اس طرح کھپا دینا شاعرانہ کمال ہے تو زبانوں کی سطح پر لفظ کو کتر بونت کے بعد نئی صورت دے دینا لسانی اعجاز ہے اور زبان میرؔ میں یہ دونوں خصوصیات بدرجہ اتم موجود ہیں۔

عربی کے بعد نہ صرف اردو شعر، اصناف شعر، بل کہ پوری شعری روایت پر فارسی زبان وادب کا رنگ گہرا ہے۔ فارسی شاعری نے زماں اور مکاں، شخص وشاعر کی قید وبند سے آزاد رہ کر اردو شاعری کو متاثر کیا ہے بل کہ یہ کہنا بھی بجا ہو گا کہ فن وفکر کے تناظر میں اردو شاعری نے اپنی بنیادیں فارسی شاعری کی پیروی میں اٹھائیں اور ہیئت وموضوع ہر دو حوالوں سے ہم نے فارسی کی تقلید کی۔ فارسی کا یہ رنگ یا اثر کلام میرؔ اور زبانِ میرؔ میں نظر آتا ہے۔ میر تقی میرؔ نے اپنی زبان کو فارسی الفاظ، تراکیب، اصطلاحات، افعال ومحاورہ جات سے بہرہ مند کیا اور دیگر کلاسیکل شعراء سے اسے جوڑنا مناسب ہے مگر میرؔ نے اپنی زبان سے فارسی کے الفاظ ایسی صورت میں ادا کیے ہیں کہ اس زبان کو فارسی کے زیر اثر یا فارسیت زدہ کہنا زبان میرؔ کے ساتھ زیادتی ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ ان کے کلیات میں فارسی زبان وادب کا اثر ہے، الفاظ وتراکیب کا استعمال ہے مگر اس استعمال میں ایک آرٹ ہے، ایک ایسا قالب ہے جس میں ترکیب ڈھلتی ہے اور بعد ازاں مصرعے میں استعمال ہوتی ہے۔ صید ناتواں، خنجر بیداد، چشم گریہ ناک، راہ روان راہ فنا، تہ تیغ ستم، گیسوئے مشک بُو، آتش گل، فرد لانا، وغیرہ ایسی سینکڑوں تراکیب موجود ہیں جو رنگ میرؔ میں ڈھل کر زبانِ میرؔ کا حصہ بنتی ہیں۔ میرؔ کی اسی فن کاری کے حوالے سے ڈاکٹر جمیل جالبی لکھتے ہیں:

"فارسی روایت کی پیروی کے باوجود یہ فارسی پن میرؔ کے مزاج سے مطابقت نہیں رکھتا۔ یہ بھی میرؔ کا ایک تجربہ تھا۔ جب میرؔ فارسی اسلوب سے گزر کر اردو کی طرف آتے ہیں تو وہ انفرادیت پیدا ہوتی ہے جسے ہم رنگ میرؔ کہتے ہیں۔ " (8)

ایک ایسے شاعر کو جسے عوام سے گفتگو کرنا ہو اجنبی زبان کو لے کر چلنا مشکل رہا ہو گا کہ اسے مقامیت، عوامیت اور دلّی کے لب ولہجے سے وابستگی کا پاس تھا اس کا حل میرؔ نے یہ نکالا کہ فارسی، ہندی، پراکرت، سنسکرت کے الفاظ کی صرفی، صوتی، ترکیبی یا معنوی پیوندکاری کی۔ یہ ایسا کام تھا جو اس شخص کے لیے تھا جو لسانی شعور میں طاق ہو اور اسلوبیاتی فن کاریوں سے لفظ ومعانی کا ڈول ڈالنا جانتا ہو۔ زبان میرؔ نے اس پیوندکاری کو قبول کیا اور ایسی شعری زبان کو تخلیق کیا جو اس پیوندکاری کے نتیجے میں فارسی لفظ وتراکیب سمیت جملہ مشمولات سمیت ریختہ کی تمام ترخوبیاں اپنے اندر رکھتی ہے۔ میرؔ کی زبان میں ان خصوصیات کا احاطہ شمس رحمان فاروقی ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"ایک صفت جسے میرؔ نے اپنے معاصروں کی نسبت کثرت سے استعمال کیا ہے فارسی میں پراکرت یا ہندی کا پیوند لگانا ہے اس کی اوّل تو یہ کہ ترکیب فارسی کی ہو اور اس کی جمع اور طریقے سے بنائی جائے دوسری شکل فارسی میں پراکرت کی پیوندکاری ایسے کہ اضافت یا عطف والے فقرے کی ترکیب اور طریقے سے بنائی جائے۔ میرؔ نے فارسی میں پراکرت کی پیوندکاری میں غیر معمولی جدت سے کام لیا ہے۔" (9)

فارسی کے استعمال کی صورتیں اردو شاعری کی بنیادوں سے لے کر اردو شاعری کے تمام زمانی ادوار میں ملتی ہے مگر ہر دور اور ہر شاعر میں یہ رجحانات مشکل، اجنبیت یا پیچیدگی کے حامل رہے ہیں۔ میرؔ کی زبان میں اس کی صورت قدرے مختلف ہے، میرؔ نے اپنے لسانی شعور کو بروئے کار لاتے ہوئے فارسی عناصر کو پہلے اردو یا ہندی کے قالب میں ڈھالا ہے اس کے بعد اسے شاعری میں برتا ہے اس سے شعر کی تاثیر بھی بڑھی ہے اور وہ عوام وخواص میں یکساں پسند کیا جاتا ہے۔ چند اشعار بہ حوالہ رقم کرتے ہیں:

مغاں مجھ مست بن پھر خندہ ساغر نہ ہووے گا

مئے گلگوں کا شیشہ ہچکیاں لے لے کر روے گا(10)

Vol.5 No.2 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

طفل تہ بازار کا عاشق ہوں میں

دل فروشی کو مجھ سے سیکھ جائے(11)

ان مندرجات سے ظاہر ہے کہ میرؔ کی زبان پر ہندوستانیت غالب ہے۔ ان کی عربیت ہو یا فارسیت ہندی لہجہ کی صوتی یا معنیاتی چاشنی سے لبریز نظر آتی ہے۔ ان کے اشعار گواہ ہیں کہ وہ عربی و فارسی مرکبات و مصادر سمیت محاوروں کو بھی ریختہ کے لب و لہجے عطا کرتے ہیں اور ہندوستانی شاعری کے معیار پر پورا کرنے کے لیے ان کی تراش کر دیتے ہیں۔ زبان کی متعین صورت کو واضح کرنے کے لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ میر تقی میرؔ کی زبان گنگا جمنی تہذیب کی نمائندہ پورے ہندوستان کی زبان ہے جس کو زبان، کلام، لب و لہجے، اسلوب و ساخت غرض ہر حوالے سے ہند کی تہذیبی، معاشرتی و ثقافتی شناخت حاصل ہے۔ زبان میرؔ کی شناخت اور تعارف کے بعد ہم اس میں شامل مباحث قواعد، صرفی و نحوی حوالے، اسلوب وصفات و خصوصیات پر نظر ڈالتے ہیں۔

میرؔ کی زبان اور اس کی تشکیلی صورت کے ساتھ شعری زبان کے عناصر بھی بنیادی اہمیت کے حامل ہیں قواعد کے اعتبار سے زبان شعر میں بنیاد اہمیت علم بیان اور اس کے مباحث کو حاصل ہے۔ میرؔ کی زبان میں مجاز کی صورتیں شعری روایت کی نمائندہ اور جدت و تنوع کے اعتبار سے رجحان سازی کا کردار بھی ادا کرتی ہیں تشبیہ کا کینوس یا دائرہ کار عموماً محدود یا تنگ سمجھا جاتا ہے کہ اس میں دو اکائیوں کے درمیان تعلق و تشابہ کی یہی صورت پیدا کرنی ہوتی ہے مگر یہ تشبیہ جب عمل کی صورت زبانِ میرؔ میں کار فرما ہوتی ہے تو تشابہت کے ساتھ ساتھ اس میں جدت اور معنوی شعریت بھی پیدا کر لی جاتی ہے۔ اس فن کارانہ عمل کی صورت میرؔ کی زبان میں موجود مجاز کی صورت حقیقت کا رُوپ دھار لیتی ہیں۔ شعر دیکھیے:

تصویر کی سی شمعیں خاموش جلتے ہیں ہم

سوزِ دروں ہمارا آتا نہیں زباں تک(12)

شرر کی سی چشمک فرصت عمر

جہاں دی ٹک دکھائی ہو چکی) (13)

چراغِ مفلس ہو یا شمع مجلس، ہستی حباب سی ہو یا تصویر سی شمع، آنسو کا قافلہ ہو یا حیرتی آئینہ، آتش خاک رخسار ہوں یا شرر سی چشمک میرؔ نے تشبیہ کے ضمن میں نایاب فن پارے ریختہ کیے ہیں۔ ان کے ہاں تمدنی مظاہر، مدرکات فطرت، معاشرتی حالات و واقعات، سیاسی، سماجی، تہذیبی رجحانات سبھی اکائیوں کو باہمی تشابہت کے دائرے میں باندھ کر شعر کا رزق ہوتے ہیں۔ یوں صوفیانہ تشبیہات ہوں یا جذباتی رجحان کی حامل تشبیہات یہاں صوفی و رندی ہر دو صورتیں پیدا کرتی ہیں۔ میرؔ کے مطالعہ تشبیہ سے ان کا ملکہ شعر اور شعور زبان واضح ہوتا ہے وہ زبان و بیان کے صناع ہیں اس پر ان کی حیات کے پہلو کہ ہم انھیں تاعمر نان و نمک کی تلاش میں پابہ رکاب پاتے ہیں اور داخلی و خارجی اعتبار سے موجود کیفیات ان کے شعر کو حرارت بخشتی ہیں اس ضمن میں زبان میرؔ شاعری و صناعی کی صورت مئے دو آتشہ کی صورت اختیار کرتی ہے جس کے طفیل میرؔ کی تشبیہات شعری روایت میں متنوع الحیثیت روایت کا درجہ رکھتی ہیں۔ رمزی اور ایمائی کیفیت کی سب سے عمدہ تصویر کشی، استعارے کی صورت میں کی جاتی ہے اسی مخصوص مزاج کے طفیل یہ غزل کی طبیعت سے مناسبت بھی رکھتا ہے۔ میرؔ کی زبان میں ان روایتی علائم و استعاروں کے خلاقانہ استعمال کی صورت ملتی ہے جو شاید اس طرح اور کسی کے نصیب نہ آئی ہو۔ انھوں نے زبان کے اس جزو کے طفیل جن افکار و تصورات کو بیان کیا ہے وہ روایتی ہونے کے ساتھ ساتھ ان کا ذاتی تجربہ اور تہذیبی و تاریخی رجحان کے حامل بھی ہیں اس پر زبان کا کامل اور استادانہ انداز اظہار کے لیے روح رواں کی حیثیت رکھتا ہے۔ ساقی، شراب، بادہ، مینا، جام، گلشن، غنچہ، گل، وطن، غریب الوطن، مئے خانہ جیسے روایتی استعارے زیادہ تر فارسی کی دین ہیں جب کہ دن، صبح، سحر، دھوپ، چھاؤں، شام اور رات و شب کا استعارہ جدت، تنوع اور شعریت کے حوالے میرؔ کی شاعری اور زبان سے خاص ہے۔ رات اور دن کے تمثیلی بیان نے میرؔ کی زبان میں ان کے خارجی مشاہدات اور باطنی محسوسات کی کمال تصویر کشی کی ہے، میرؔ نے عاشق ناصبور، ہجر و فراق، وصل و ملاپ، حسن و عشق، تنگی و تشنگی، غربت و افلاس کے لیے بھی استعارے وضع کیے ہیں۔ یوسف کنعان، پیر کنعان، ماہتاب، چاندنی، ماہ، کے ساتھ چمن کا استعارہ ہے۔ چمن میں گل، باغبان، خزاں، بہار، غنچہ اور ان سب سے بالا گلخن کا استعارہ ہے میرؔ کی زبان میں استعاروں کی سب سے بڑی خوبی یہ نظر آتی ہے کہ ایک استعارہ دوسرے سے مربوط اور باہم جڑے ہوئے نظر آتے ہیں یہ ربط یا شکل معنی خیز ہوتی ہے جو فنی اور فکری ہر حوالے سے شعریت تخلیق کرنے میں معاون ثابت ہوتی ہے۔ میرؔ کی زبان میں استعمارے کی اس خصوصیت کے حوالے سے قاضی افضال حسین لکھتے ہیں:

"میرؔ کے یہاں استعارے کے حوالے سے سلیقہ شاعری کی مثالیں کثرت سے ملتی ہیں جہاں یا تو ایک کلیدی استعارے کی رعایت ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے دوسرے استعارے اسی مناسبت سے استعمال کیے گئے ہیں جس میں ہر استعارہ دوسرے کی تائید یا کفالت کرتا ہے اور اس طرح معنی کے ایک پورے نظام کی تخلیق کرتا ہے۔" (14)

Vol.5 No.2 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

سفر غائر، زمزمہ طیور، اور ان میں بلبل ایسا استعارہ لیے جو میر کے استعاراتی نظام پر چھایا ہوا ملتا ہے اس سے ایک قدم آگے قافلہ جرس، رہنما جیسے استعارے ہیں جو ان کی زبان کو فن کے معیار پر پورا اُتارنے میں مدد دیتے ہیں، مجاز کے حوالے سے زبانِ میرؔ کی اگلی منزل مجازِ مرسل ہے میرؔ نے مجاز کی خوب صورت صورتوں کو کلام میں اِس رنگ سے استعمال کیا ہے کہ زبان کے آہنگ اور نکھر گئے۔ چند اشعار یہاں رقم کرتے ہیں:

ظلم ہے قہر ہے قیامت ہے

غصے میں اس کے زیرِ لب کی بات(15)

میں مشت خاک یارب بارِ گرانِ غم تھا

کیا کہیے آپڑا ہے اک آسماں زمین پر(16)

دن رات میری آنکھوں سے آنسو چلے گئے ہیں

برسات اب کہ شہر میں سارے برس رہی(17)

مجاز کی صورتوں کا شعری استعمال میرؔ کی زبان کا خاصہ ہے انھوں نے مجاز مرسل کی مجملہ اقسام کو شاعرانہ صناعی، لسانیاتی تنوع اور نفسیاتی رویوں کو مد نظر رکھتے ہوئے برتا ہے جس کے بعد کلام عوام کی زبان میں خواص سے گفتگو کا حامل ہو جاتا ہے۔ کنایے کے حوالے سے جذبات کی تبلیغ کا فریضہ اخفائی یا کفایتی انداز میں انجام دینا میرؔ کی زبان کا سلیقہ ہے میرؔ کے کنایے، ماضی، حال اور مستقبل کا نقطہ ارتصال ہیں۔ خصوصاً عہد جنوں اور معاشرتی تجربات و کسمپرسی اور اس میں رونما ہونے والے واقعات کی بازیافت ہوتی ہے جو جذباتی اور نفسیاتی، معاشرتی و تہذیبی ہر حوالے سے ایما و اشارت، اخفا کفایت کو بروئے کار لا کر رمزیت کی حامل زبان تخلیق کرتے ہیں اور اس رمزیت کے نقطہ عروج کو میرؔ زبان کے س قرینے سے اس طرز سخن کے موجد نظر آتے ہیں۔

محسنات کلام کے حوالے سے زبان میرؔ آچھوتے پن اور خوب صورتی کی مثال پیش کرتی ہے۔ آرائش و زیبائش کلام کے لفظی تناظر ہوں یا معنوی میرؔ نے اپنی زبان میں ہر ایک سے حسن و خوبی کشید کی ہے۔ یہاں یہ سوال ضرور پیدا ہوتا ہے کہ ہمارے شاعر کو تو عوام سے گفتگو اور وہ بھی دلّی کی محاورہ جاتی زبان میں کلام کرنے کا دعویٰ ہے تو شاعری کی ساحری تک کا سفر میرؔ صاحب نے کس طور پر کروایا اور لہجہ عام اور معمول کو زبان و بیان کے کون سے اسالیب عطا کیے کہ وہ سلیقہ شاعری کہلائے۔ اس سلیقہ شاعری میں میرؔ نے صنائع لفظی، معنوی کے جو تیور مہیا کیے ہیں پڑھنے سننے اور سمجھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ تجنیس ہو یا تلمیح، اشتقاق ہو یا تنسیق، توسیم، عدد و حذف میرؔ نے اپنی زبان میں کثیر صنعتوں کو خوب صورتی سے برتا ہے کچھ اشعار ان صنائع لفظی کے حوالے سے رقم کرتے ہیں:

آہ کس جائے بار کھولا میرؔ

یاں تو جینا بھی بار ہوتا ہے(18)

مائل کفر جوانی میں تھے ہم لوگ

دیر میں سجدوں میں دیر رہا کرتے تھے(19)

احمد کو ہم نے جان رکھا ہے وہی احد

مذہب کچھ اور ہو گا کسی بوالفضول کا(20)

کب بندگی مری سی بندہ کرے گا کوئی

جانے ہے خدا اس کو میں اس کو خدا جانا(21)

آئی کنعاں سے باد مصر و لے

Vol.5 No.2 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

نہ گئی تا بہ کلبہ یعقوب(22)

پہنچیں گے آگے دیکھیں کس درجہ کو ابھی تو

اس ماہ چار دہ کا سن دس ہے یا کہ بارہ(23)

پہلے شعر میں تجنیس لفظی کو خوب صورتی سے استعمال کیا گیا ہے۔ دوسرے شعر میں بھی دیر بمعنی لیٹ اور دیر بمعنی بت خانہ اس کی عمدہ مثال ہے احمد اور احد بھی تجنیس مضارع کی عمدہ مثال ہے جب کہ تکرار تو اس عمدگی اور فن کارانہ انداز میں استعمال کرتے ہیں کہ یہ باور ہوتا ہے میرؔ کے کلام میں موسیقیت کا بڑا اجزو زبان میں تکرار کے حوالے سے پایا جاتا ہے۔ تلمیحات میرؔ ایک بڑا موضوع ہے جس میں روایتی اور غیر روایتی تمام عام و نادر تلمیحات کو زبان و بیان کی خوبیوں کے ساتھ استعمال کیا گیا ہے۔ میرؔ کی زبان میں لفظی صنعتوں کا خاصا دل کش سلسلہ اپنے پورے عروج پر ملتا ہے جس میں عصری اور معاشرتی وجدید و قدیم صنعتوں کو استعمال میں دیکھا جا سکتا ہے۔ زبان و بیان کے زاویے معنی کے حوالے سے زیادہ واضح صورت میں ملتے ہیں۔ میرؔ نے طباق، تعلیل و حسن تعلیل، لف و نشر و مرآۃ النظیر کے عمدہ نمونے نظم کیے ہیں۔ کہیں کہیں ایہام کو بھی جگہ دی ہے مگر کم کم ہی اشعار ملتے ہیں۔ میرؔ سہل ممتنع کے بادشاہ ہیں۔ عام اور بات چیت کے لہجے میں مبالغہ آمیز حد تک معنویت کا ابلاغ زبان میرؔ میں ہی ممکن ہے ان کے ہاں لفظی و معنوی نبض شناسی اور حسن و خوبی کمال شعریت کے ساتھ ملتی ہے ان کی زبان نے مجاز کی صورتوں کو وہ رنگ و آہنگ بخشا ہے کہ وہ اعتبار پا گیا لفظی و معنوی صنعتوں کو اس خوبی کے ساتھ پابند کیا ہے کہ شعر لفظی و معنوی حوالے سے سحر کاری کی عمدہ مثال بن گیا۔ لفظی صنعتوں سے آگے معنوی صنعتوں کی بھی شعری مثالیں درج کرتے ہیں:

سہل اس قدر نہیں ہے مشکل پسندی میری

جو تجھ کو دیکھتے ہیں مجھ کو سراہتے ہیں(24)

خط بڑھا زلفیں بڑھیں کاکل بڑھے گیسو بڑھے

حسن کی سرکار میں جتنے بڑھے ہندو بڑھے

تارے سے تو نہیں مری آہوں سے رات کی

سوراخ پڑھ گئے ہیں تمام آسماں میں(25)

زاہداں دیتے نشاں ان بتوں کا ڈرتا ہوں

توڑ کر کعبہ کہیں دیر نہ آباد کرو(26)

میرؔ کی زبان میں تضاد و طباق، مرآۃ النظیر و لف و نشر، مبالغہ و سہل ممتنع ہر ایک کی عمدہ مثالیں مل جاتی ہیں۔ ان کی زبان کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ عام فہم انداز اور انتخاب الفاظ میں فنی پختگی اور محاسن شعر ہر دو کا کمال شعری نمونہ قاری اور سامع تک پہنچاتے ہیں۔ خوب اور زیبا ہے ایسی زبان اور کلام تا حشر رہے۔

میرؔ کی زبان کے صرفی مطالعے نہایت دل چسپ اور دقیق النظری کا حامل پہلو ہے۔ وہ حرف و لفظ کے مادے کی اصل صورت اور انھیں و تغیر و تبدل کر کے جوڑ توڑ سے نئی صورت تشکیل دیتے ہیں۔ خالص ہندی، عربی، فارسی، سنسکرت و دیگر علاقائی الفاظ کو قواعد و معنی کے اعتبار سے بخوبی شعر کا رزق کرتے ہیں۔ الفاظ کے نئے جوڑ اور ٹانکنے کے فن میں وہ طاق ہیں۔ سفر سے سفری، حیرت سے حیرتی کی صورت زبان میرؔ نے اردو زبان کو بھی درِ عدن بنا کر نئے اسالیب والفاظ سے مالا مال کیا ہے۔ وہ اجنبی لفظوں کو صرف و نحو کی خراد پر چڑھا کر اسے اردو میں ڈھال لیتے ہیں یا اردویت عطا کر دیتے ہیں۔ صرفی تناظر میں اسماء کی ایک طویل فہرست ہے جو اُن کی غزلوں و مثنویوں کے طفیل ہم تک پہنچتی ہے ان میں خاص و عام اسماء، معاشرتی و ثقافتی، تہوار و رسومات کے اسماء، مذہبی و تہذیبی اسماء، جانوروں، پرندوں، درندوں، درختوں، لباسوں، برتنوں، ہتھیاروں غرض پوری ہندی تہذیب اور کلچر ایک نظام حیات کے طور پر ان کی زبان میں شامل ہے۔ یہی صورت افعال کے ضمن میں نظر آتی ہے۔ افعال میرؔ کے حوالے سے ان کی زبان روایت اور جدت و عصریت کی عمدہ مثال ہے۔ افعال میرؔ کی خصوصیات کے لیے ایک الگ موضوع کی ضرورت ہے کہ اس قدر وسیع و دقیق اور قواعدی اعتبار سے کمال صورت رکھتے ہیں۔ منڈ کری مارنا، جل دینا، باؤ کے گھوڑے پر سوار ہونا، داغ اٹھانا، جی جلانا، سر پٹکنا، دم لٹنا، دار کھینچنا، پراگندہ ہونا اور ایسے سینکڑوں افعال ہیں جو ان کی زبان کی قدرت اور قواعد و سند ہر دو کا یقین دلاتے ہیں۔ اے، توں، تو، یاں، ابے، سن، آخر ہو، واہ، گر، واہ وا، صاحب، پیارے، رے، مر، سو، لے دے جیسے لفظی اشارے ان کی حرفیات پر دال ہیں۔ میرؔ نے الفاظ کی اشتقاقی صورت، تبدل و صوتی تغیر کو جانچ پرکھ کر ان سے بخوبی استفادہ کیا

Vol.5 No.2 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

ہے۔ کلام میرؔ میں زبان کے ایسے حوالے جو سابقہ و لاحقہ کی وضاحت کرتے ہیں وہ بھی معنی خیز ہیں، سابقوں کی بحث میں سب سے زیادہ استعمال میں آنے والا سابقہ، ناہے ناتواں، نامعلوم، نامحرم، ناچار، ناساز، ناخواندہ، ناتواں، ناکام، ناسمجھ، ناکس اور ایسے بیسیوں سابقے ہیں نا کے بعد میرؔ کو "بے" کا سابقہ بہت بھاتا ہے۔ بے طرح، بے خواب، بے لطف، بے چین، بے باک، بے شعور، بے حساب ایسے سابقے اس کی مثال ہیں۔ خوش کا سابقہ بھی خوش حال، خوش باش، خوش قامت، خوش نوا، خوش رنگ، خوش نما ایسے سابقوں کی وجہ سے خاصا استعمال ہوا ہے۔ اہل، بد، سر، یک، ہر، ہم، نازک، پُر، نازک، نیم، کم، گل، شاہ وغیرہ ایسے سابقے ہیں جو زبانِ میرؔ میں شامل ہیں جب کہ لاحقوں کی فہرست اس سے بھی زیادہ طویل اور لفظی نیرنگیوں کی صورت معنی خیز ہے۔ انگیز، باز، باز گوں، پوش، چیں، خیز، زار، شناس، کام، کار، کدہ، گاہ، گار، گیر، مند، ناک، نشیں، اہٹ، یا، طلب، سار، ساز، تراش، دان، پرست، اور بان ایسے لاحقے ہیں جو میرؔ نے اپنی زبان میں خصوصیت کے ساتھ بیان کیے ہیں۔ واحد جمع کے حوالے سے بھی ان کی زبان میں روایتی اور نئے قاعدے دونوں ملتے ہیں واحد کو جمع کرنے کے لیے سب سے زیادہ "ا" اور "ں" کا اضافہ کرتے ہیں جیسے ہزاریاں، سنواریاں، بہتیاں، رہتیاں، نکالیاں وغیرہ دوسری صورت میں "وں" کا اضافہ جمع کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ دیکھوں، شکستوں، ناقصوں، مغبچوں، چمنوں، مزوں، راتوں، باتوں، آئنوں جیسے الفاظ اس کے لیے زبان میں شامل ہیں۔ تیسرے درجے پر وہ جمع کے لیے "یےں" کا اضافہ کرتے ہیں اور لفظ کو واحد سے جمع میں، مزاریں، کناریں جنسیں، تکراریں جیسی لفظی میں تبدیل کر لیتے ہیں۔

تذکیر و تانیث کے حوالے سے بھی میرؔ تخصیص اشیا جیسی خصوصیات کو استعمال کر کے روایتی اور نئے یا ذاتی لسانی شعور کو بروئے کار لاتے ہیں مثلاً سیر کیا، جان جانا، قلم آئی جیسی تذکیری مثالیں جب کہ مزار، قلم، آئینہ کو تانیث کے زاویے سے استعمال کرتے ہیں، دید، جرات، گلگشت، خلش، وغیرہ مذکر شمار کرتے ہیں۔

زبان میرؔ میں شامل قافیے و ردیف کے حوالے سے بھی موسیقیت، غنائیت اور علمیت پر دال ہیں ان کا لب و لہجہ اور تاثیر شعر کے پیکر کو تو مکمل کرتا ہے اس سے ایک قدم آگے معانی کے ابلاغ میں بھی فن کارانہ کردار ادا کرتا ہے۔ قواعدی اعتبار سے بھی روی ہوتا سیس، دخیل، قید، وصل، خروج و مزید جیسے قوافی و قواعد کو بخوبی نبھاتا ہے۔ زبان میرؔ کا خوب صورت اور دل کش موضوع محاورہ و ضرب الامثال، تراکیب و روزمرہ کی صورتیں ہیں جو دل کشی، رعنائی اور بوالعجبی کی بدولت لازوال تاثیر، معنی اور خوب صورتیوں کی حامل ہے۔ میرؔ لفظوں کو مصرعوں میں کھپانے کا فن جانتے تھے۔ الفاظ کو برتنے، جوڑنے اور تکرار و تعلیل سے موسیقیت پیدا کرنا ان کا خاصا تھا۔ سادہ، پُر پیچ، خطابیہ، ندائیہ، استفہامیہ و دیگر انداز جو ان سے خاص تھے ان میں شعر کہنے کی صلاحیت انھیں ودیعت کی گئی تھی یہ ایسی صلاحیت ہے جو کسی اور کو نصیب نہ ہو سکی۔ ان کے ہاں تراکیب سازی، زبان زیر زبان، ناخن بندی، اچرج ہونا، بھسنت ہونا، منکا ڈھلکنا، جھڑ برسنا، عسر العبور، غافلان دیر، معمار قضا، غافلان دہر، چشمک گل، خوں خوابیدہ عشاق، منقار زیر پر، آب گیری، استخواں شکنی، چوب گل، زنجیر سر اور شیرہ خانہ ایسی صورتوں میں زبان و بیان، معانی فصاحت و بلاغت کے در وا کرتی ہیں۔ زبان میرؔ کے قرینے کلام میرؔ میں محاوروں کی صورت میں کھل کر سامنے آتے ہیں۔ جب میرؔ گنگا جمنی محاورات ایک خاص سلیقے اور قرینے سے رقم کرتے ہیں اس محاورہ جاتی زبان میں ایسی ندرت اور تازگی بھرتے ہیں کہ کہیں بھی اجنبیت یا گرانی کا تاثر نہیں ملتا۔ زبان میرؔ میں محاورات کے ضمن میں ڈاکٹر جمیل جالبی یوں لکھتے ہیں:

"محاورات ایک قسم کے مردہ استعارے ہوتے ہیں جن کا استعمال طرز میں بناوٹ بھی پیدا کر سکتا ہے۔ مگر میرؔ کے یہاں اس طور پر زبان کا حصہ بن کر آتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے یہ محاورہ اس سلیقے سے پہلی مرتبہ استعمال ہوا ہے۔ میرؔ اپنی طرز سے اس میں نئی جان ڈال دیتے ہیں اور سادگی نکھر آتی ہے۔(27)

محاورات میرؔ کی فہرست خاصی طویل مگر تہذیب و تاریخ، معاشرت و ثقافت، زبان و ادب کے محاسن سے خاص نظر آتی ہے۔ آنکھ ملانا، ابجد خواں ہونا، ابلہ ہونا، اخوان زمان ہونا، اعجاز عیسیویں، اوراق مصور ہونا، پیر مغاں ہونا، حرف و حکایت ہونا، زبان کرنا، عقدہ کھولنا، غربال کرنا، زنجیر کرنا، پھن کاڑھنا، ڈھپار ہنا، عذر لنگ کرنا اور کسالہ کھینچنا، کشتوں کے پشتے لگنا، کلیجہ پک جانا، بدن کاٹنا، ہاتھ پسارنا، گردن بندھی ہونا، اور ایسے درجنوں محاورات ہیں جو میرؔ نے اپنی زبان میں اپنے انداز شعر سے خاص کیے ہیں۔ کچھ شعری صورتیں دیکھیے:

احوال خوش انھوں کا ہم بزم ہیں جو تیرے

افسوس ہے کہ ہم نے واں کا نہ بار پایا(28)

ہوں عاجز کہ جسم اس قدر زور سے

نہ نکلا کبھی عہدہ مور سے(29)

دور تجھ سے میرؔ نے ایسا تعب کھینچا کہ شوخ

کل جو میں دیکھا اسے مطلق نہ پہچانا گیا(30)

Vol.5 No.2 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

چشم ہونا، بار پانا، خواب ہونا، عہدہ مور سے نکلنا، تعب کھینچنا، ایسے محاورے میرؔ ایسے شاعر کی زبان میں یوں پابند کیے گئے ہیں کہ محاورہ اپنے ماخذ اور زبان کی قید سے نکل کر ریختہ کا حصہ بن گیا ہے۔ یہی صورت روز مرں کے ضمن میں دیکھی جا سکتی ہے۔ میرؔ کی زبان کے بارے جیسا کہ ان کا اپنا دعویٰ ہے کہ عوام سے گفتگو کی حامل اور روز مرہ دلی کے محاورہ سے مطابقت رکھتی ہے وہ ایسے مصرعوں میں، ابتر حال، گھر بار، ابر بہار، دو چار روز، تن بدن، سفر سامان، عذر خواہی، در بہ در وغیرہ ایسے روز مرے ہیں جو تناسب اور اہل زبان کے معیار کو قائم کرتے ہیں۔ کلام میرؔ میں زبان کے زاویے ضرب الامثال سے بھی واضح ہوتے ہیں شعر دیکھیے:

مر گیا کوہ کن اسی غم میں

آنکھ او جھل پہاڑ او جھل ہے(31)

چاک دل پر ہیں چشم صد خوباں

کیا کروں یک انار صد بیمار(32)

شکوہ آبلہ ابھی سے میرؔ

ہے پیارے ہنوز دلی دور(33)

میر کی زبان میں الفاظ و تراکیب، محاورے روز مرے اور ضرب الامثال عمومیت و خصوصیت دونوں اعتبار سے نظر آتے ہیں۔ سادگی کا دعویٰ اس لیے صادق ہے کہ شعر پڑھنے سے اس جیسی سادگی تلاشنا ناممکن لگتا ہے مگر معنوی پرتیں کھلنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ شاعر نے زبان کی کیسی فن کاریاں رقم کی ہیں کہ ایک ایک گرہ معانی کے نئے جہان پیدا کرتی ہے ان کے اشعار میں زبان کی صرفی یا نحوی ساختیں ان کے غیر معمولی شعری شعور اور موزونی طبع کا پتہ دیتی ہیں۔

ان کی زبان میں ایسے الفاظ کا استعمال (جو اردو کی شعری روایت میں نہیں ملتے) تواتر سے ملتا ہے اس سے بڑھ کر یہ کہ وہ ان الفاظ کے نامیاتی مادوں کو اردو میں شامل کر کے کھپا دیتے ہیں لفظ کی نئی بنت یا تشکیل کے بعد اس کا بے تکلفانہ استعمال ان کے ہاں عام ملتا ہے۔ اس صورت زبان میرؔ نئے اسالیب، حرف آشنائی اور روز مرہ و محاورہ جاتی زبان کی صورت اپنے اور آنے والے عہد کی توانا اور سندی زبان کے معیار پر پورا اترتی ہے۔ ان کے ہاں سادگی میں پُرکاری اور عمومیت میں آرٹ اور خاصیت پنہاں ہے ان کا لہجہ عام ایک محض نظری دھوکا ہے اور لہجہ عام میں کی جانے والی پُرکاری شاعرانہ آرٹ کی حیثیت رکھتی ہے۔ جس میں احساس جمال بھی ہے اور فنی کمال بھی لفظیات شعر کی بحث ہو یا رسمیات شعر کی زبان کے تمام لسانی ڈھب اور روپ میرؔ کی زبان میں ہی ملتے ہیں اور یہ چلن قدیم و جدید کے کسی شاعر کے ہاں ڈھونڈ ناممکن نہیں۔ اس لیے زبان کے امکانات کو جس طور پر میرؔ نے دیکھا اور برتا ہے کمال ہے اسی تناظر میں گوپی چند نارنگ کی رائے کچھ یوں ملتی ہے:

"میرؔ دراصل پوری اردو زبان کے پورے شاعر ہیں۔ پوری اردو سے مراد صرف ایک سطح نہیں بل کہ اس کے تمام لسانی روپ اور پرتیں یعنی صرفی، نحوی، صوتیاتی اسلوبیاتی نیز عروضی ان تمام رُخوں کو جیسا میرؔ نے کھنگالا ہے اور زبان کے آئندہ کے امکانات کی جو بشارت دی ہے اس اعتبار سے پوری اردو زبان کے پورے شاعر کہلانے کا حق اور شرف صرف میر تقی میرؔ کو حاصل ہو سکتا ہے۔(34)

ایسے شاعر کی زبان جس نے لفظ ہو کہ محاورہ نئے اسالیب بیان اختیار کیے ہوں، اظہار کے لیے سادہ و رنگیں، دل نشیں و آرٹسٹک طرزیں ترتیب دی ہوں ان کا کلام اس کے باوجود سلیس اور سادہ ہونا قابلِ تقلید اور کمال ہے۔ ان کا انداز بیانیہ اور اس سے زیادہ خطابیہ ہے، جملوں میں اسمیہ، فعلیہ، انشائیہ اور صیغوں میں حاضر کے دل دادہ ہیں تبھی مصرعوں کی ساخت، اردو کے جملوں سے قریں اور قریب نظر آتی ہے۔ فنی جمالیات میں جذباتیت، سوز و گداز، جوش و آہنگ لیے کے کمال تیور، روانی، ترنم، نغمگی، شوخی، رعایت، علامت ایمائیت، جزئیات و تصویریت ایسی خصوصیات ہیں جو زبانِ میرؔ کے پیراہن میں ایسے شعروں کا روپ لیتی ہے جن کی تاثیر فکر و نظر کے نئے جہاں دریافت کرتی ہے۔ ایسی زبان میں لکھا جانے والا شعر تا حشر رہنے اور اس زبان شعر کا خالق خدائے سخن کہلانے کا حق رکھتا ہے۔

Vol.5 No.2 2022

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

حوالہ جات

1۔خواجہ احمد فاروقی،ڈاکٹر،میر تقی میر،حیات اور شاعری،بھٹی سنز پبلی شرز،لاہور،ص:324

2۔میر تقی میر۔کلیات میر،مرتب:کلب علی خان فائق،جلد سوم،مجلس ترقی ادب،لاہور،2016ء،ص:151

3۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ایضاً۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔جلد دوم،ص:339

4۔گوپی چند نارنگ،ڈاکٹر۔اسلوبیات میر،مشمولہ میر تنقید،ماضی،حال اور مستقبل،مرتب مظہر احمد،ڈاکٹر،ایم آر پبلی کیشنز،دہلی،ص:22۔321

5۔میر تقی میر۔کلیات میر،مرتب:کلب علی خان فائق،جلد سوم،مجلس ترقی ادب،لاہور،2016ء،ص:167

6۔میر تقی میر۔کلیات میر،مرتب:کلب علی خان فائق،جلد سوم،مجلس ترقی ادب،لاہور،2016ء،ص:266

7۔شمس الرحمن فاروقی،شعر شور انگیز،جلد اوّل،عکس پبلی کیشنز،لاہور،2018ء،ص:66

8۔جمیل جالبی،ڈاکٹر۔زبان کے سلسلے میں میر کی خدمات،مشمولہ،میر تقی میر مرتب:ڈاکٹر تحسین فراقی،ڈاکٹر،عزیز ابن الحسن،نشریات،لاہور،2011ء،ص:382

9۔شمس الرحمان فاروقی،میر کی زبان روزمرہ یا استعارہ۔۔۔ایضاً۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ص:409

10۔میر تقی میر۔کلیات میر،مرتب:کلب علی خان فائق،جلد اول،مجلس ترقی ادب،لاہور،2016ء،ص:199

11۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ایضاً۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ص:165

12۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ایضاً۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ص:272

13۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ایضاً۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ص:75

14۔افضال حسین،قاضی،"میر کی شعری لسانیات" عکس پبلی کیشنز،لاہور،2019ء،ص:39۔138

15۔میر تقی میر۔کلیات میر،مرتب:کلب علی خان فائق،جلد دوم،مجلس ترقی ادب،لاہور،2016ء،ص:219

16۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ایضاً۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ص:436

17۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ایضاً۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ص:128

18۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ایضاً۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ص:170

19۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ایضاً۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ص:336

20۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ایضاً۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ص:2

21۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ایضاً۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ص:4

Vol.5 No.2 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

22۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ایضاً۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔جلد اول، ص:214

23۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ایضاً۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔جلد اول، ص:401

24۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ایضاً۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔جلد اول، ص:303

25۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ایضاً۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔، جلد چہارم، ص:245

26۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ایضاً۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔جلد اول، ص:285

27۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر۔ زبان کے سلسلے میں میر کی خدمات، مشمولہ، میر تقی میر مرتب: ڈاکٹر تحسین فراقی، ڈاکٹر، عزیز ابن الحسن، نشریات، لاہور، 2011ء، ص:115

28۔ میر تقی میر۔ کلیات میر، مرتب: کلب علی خان فائق، جلد اول، مجلس ترقی ادب، لاہور، 2016ء، ص:114

29۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ایضاً۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ص:436

30۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ایضاً۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ص:156

31۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ایضاً۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ص:554

32۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ایضاً۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ص:341

33۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ایضاً۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ص:249

34۔ گوپی چند نارنگ، ڈاکٹر، اسلوبیات میر"، انجمن ترقی اردو، کراچی، 1985ء، ص:69

ماخذ و مصادر

خواجہ احمد فاروقی، ڈاکٹر، میر تقی میر، حیات اور شاعری، بھٹی سنز پبلی شرز، لاہور

گوپی چند نارنگ، ڈاکٹر۔ اسلوب میر، مشمولہ میر تنقید، ماضی، حال اور مستقبل، مرتب مظہر احمد، ڈاکٹر، ایم آر پبلی کیشنز، دہلی

شمس الرحمن فاروقی، شعر شور انگیز، جلد اوّل، عکس پبلی کیشنز، لاہور، 2018ء

شمس الرحمان فاروقی، میر کی زبان روزمرہ یا استعارہ، مشمولہ، میر تقی میر مرتب: ڈاکٹر تحسین فراقی، ڈاکٹر، عزیز ابن الحسن، نشریات، لاہور، 2011ء

افضال حسین، قاضی، "میر کی شعری لسانیات" عکس پبلی کیشنز، لاہور، 2019ء

جمیل جالبی، ڈاکٹر۔ زبان کے سلسلے میں میر کی خدمات، مشمولہ، میر تقی میر مرتب: ڈاکٹر تحسین فراقی، ڈاکٹر، عزیز ابن الحسن، نشریات، لاہور، 2011ء

میر تقی میر۔ کلیات میر، مرتب: کلب علی خان فائق، جلد اول، مجلس ترقی ادب، لاہور، 2016ء

گوپی چند نارنگ، ڈاکٹر، اسلوبیات میر"، انجمن ترقی اردو، کراچی، 1985ء